چند تصویریں

سیرت کے البم سے

خرّم مراد

فہرست

عرض ناشر.....06

پیش لفظ.....07

چند تصویریں.....08

ہر چیز نرالی.....09

محبت فاتح عالم.....10

تصویر دعوت.....13

ذوق و شوق دیکھ دلِ بیقرار کا.....15

پہلی تصویر: چشم گریاں.....16

دوسری تصویر: دلِ غم ناک.....18

تیسری تصویر: زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو.....20

زخم کھاکر پھول برسائے.....23

چوتھی تصویر: طائف کی دادی.....24

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل.....31

پانچویں تصویر: زندگی بشرط بندگی.....32

چھٹی تصویر: تصویر عدل.....33

ساتویں تصویر: آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر.....35

عفو و محبت.....38

آٹھویں تصویر: نبی رحمت.....39

نویں تصویر: خطا کار سے درگذر کرنے والا 39
دسویں تصویر: شفیق معلم 41
گیارہویں تصویر: رحم دل جج 41
لائف اسٹائل 42
بارہویں تصویر: میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے 43
دل میں سجائیں رنگ میں رنگ جائیں 44
سلام اس پر 48

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل

اب میں اپنے البم کے تیسرے حصہ سے دو تصاویر آپ کی نذر کرتا ہوں۔ ان تصویروں میں آپ کو نظر آئے گا کہ یہ سارا کارِ دعوت کس منزل کی طرف لے جاتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی۔

پانچویں تصویر: زندگی بشرط بندگی

مکہ سے مدینہ کی طرف چلئے تو راہ میں ایک چھوٹا سا قصبہ آتا ہے۔ اس کا نام بدر ہے۔ جہاں راستہ ساحل بحر احمر سے مڑ کر مدینہ کا رخ کرتا ہے، وہاں سے کچھ دور، چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور بیچ میں ایک وادی اور ریگستانی میدان، ہجرت کا دوسرا سال ہے اور اس میدان میں معرکہ پیش آنے والا ہے جو انسانیت کے قافلہ کو موت کے راستے سے ہٹا کر ایک دفعہ پھر زندگی کی شاہ راہ پر گامزن کر دے گا۔ ایک طرف اس وقت جاہلیت کے مرکز مکہ کے سارے بڑے بڑے سردار اور ان کی قوت موجود ہے اور دوسری طرف وہ قوت موجود ہے جو بندگی رب لاشریک کی دعوت پر پندرہ سال میں جمع ہوئی ہے۔ اس میں سے وہ سرمایۂ انسانی بھی موجود ہے جو مکہ سے چُن چُن کر جمع کیا گیا اور وہ بھی جس نے مدینہ سے اس پکار پر لبیک کہا۔ باطل کو غالب کرنے کے لیے ایک ہزار کا لشکر ہے، جس کے پاس گھوڑوں اور تلواروں کی کوئی کمی نہیں۔ حق کی حمایت کے لیے تین سو تیرہ کی جمعیّت ہے، جس کے پاس صرف دو گھوڑے ہیں اور تلواروں کی بھی قلت ہے۔

بدر کے ایک اونچے ٹیلہ پر حضرت سعد بن معاذ نے ایک سائبان سا بنا دیا ہے، جس میں حضور اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ رات آئی تو حضور کے جانباز ساتھی میٹھی نیند سو گئے کیونکہ اللہ نے ان پر یہ نیند طاری کر دی تھی تاکہ وہ خوف و ہراس سے نجات پائیں اور ان پر اَمن کی کیفیت طاری ہو جائے، لیکن حضور کو نیند کہاں۔ آپ اپنے اس رب اور مالک کے آگے کھڑے ہیں، جس نے آپ کو اپنے کار رسالت کے لیے اس دنیا میں بھیجا تھا، کبھی دست بستہ کھڑے ہو کر مناجات کرتے ہیں اور کبھی پیشانی خاک پر ٹیک دیتے ہیں۔

یہ عجیب منظر تھا۔ اتنی بڑی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ حضور پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے:

''خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر''۔

بے خودی اور محویت کے عالم میں چادر مبارک کندھے سے گر گر پڑتی تھی، اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی تھی، لیکن سجدہ میں گرتے تھے اور فرماتے تھے:

''خدایا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو پوجا نہ جائے گا''۔

(شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ: جلد اول، ص:۳۲۱)

نیاز اور ناز کے یہ انداز تو ہیں ہی دل میں اتر جانے والے لیکن اس سے گزر کر نظر اس چیز پر ڈالیے کہ رہتی دنیا تک اس امت کی زندگی کس شرط کے ساتھ مشروط کی جارہی ہے۔ ''یہ چند نفوس مٹ گئے تو تیری بندگی نہ کی جائے گی۔

گویا کہ آج ان کو زندگی مل گئی تو ان کا اور ان کے بعد آنے والی نسلوں کا ہر سانس انسانوں کو تیری بندگی کی طرف لانے کے لیے وقف ہوگا۔ اس دعا میں التجا اور طلب بھی ہے، اظہار مدعا بھی ہے، ایک عہد و پیمان بھی ہے، اظہار مقصد بھی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ یہ امت نہ ہوگی تو حکومتیں نہ ہوں گی، عمارات نہ ہوں گی، تمدن کی کارفرمائیاں نہ ہوں گی، کارخانے اور فیکٹریاں نہ ہوں گی، سائنس اور ٹیکنالوجی نہ ہوگی، دولت اور پیداوار نہ ہوگی، نہیں، یہ سب چیزیں ہوں گی لیکن ان کا رشتہ رب کائنات کی بندگی سے کٹ جائے گا۔ گویا کہ ان کی روح نکل جائے گی اور پھر یہ سب مظاہر تمدن اور یہ ساری انسانی ترقیاں انسانیت کو زندگی کی طرف نہیں بلکہ ہلاکت کی طرف لے جائیں گی۔ بدر میں فتح ہوئی۔ گویا اس عہد و پیمان پر دستخط ہو گئے۔ معاہدہ پکا ہو گیا:

''تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیلِ روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیلِ روشن کے ساتھ زندہ رہے''۔ (الانفال:۴۲)

اس لیے یوم بدر کو یوم الفرقان کہا گیا ہے اور آج اس تصویر کو دیکھ کر آپ کو اپنے آپ سے ایک ہی سوال کرنا چاہیے۔ کیا ہم اس راہ پر گامزن ہیں، جس پر چل کر ہم بھی اس نیاز اور ناز سے اپنے رب سے سوال کر سکیں گے، زندگی اور کامیابی کا؟ اور حیات و کامرانی کی بشارت کے مستحق ٹھہریں گے؟ خلافتِ ارضی کا وعدہ، غلبہ دین کا وعدہ، خوف سے نجات اور امن کا وعدہ، اسی ایمان اور عمل صالح سے مسلح جماعت کے لیے ہے جس کی کیفیت یہ ہو کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ وَلَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا (النور: ۵۵) (صرف میری بندگی کرتے ہیں اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں کرتے)

چھٹی تصویر: تصویرِ عدل

میں اس حصہ البم کی دوسری تصویر آپ کو دکھاتا ہوں۔

کارِ دعوت کا ابتدائی دور ہے۔ گنتی کے چند نفوس نے اب تک ہاتھ میں ہاتھ دے کر اتباع و اطاعت اور جہاد و جاں نثاری کا عہد کیا ہے۔ جنہوں نے عہد کیا ہے ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں، کسی کو گرم ریت پر لٹا کر اوپر سے پتھر رکھ دیا جاتا ہے، کسی کو رسیوں اور زنجیروں سے باندھ کر مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا جاتا ہے، کسی کو دہکتے انگاروں پر لٹایا جاتا ہے۔

انہی میں سے ایک حضرت خباب بن اَرَتّ ہیں، جن کو اس وقت تک انگاروں پر لٹائے رکھا گیا کہ پیٹھ کی چربی نے پگھل پگھل کر انگاروں کو بجھا دیا۔ یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، یہ تصویر اب ان ہی کے الفاظ میں دیکھئے:

> ''اللہ کے رسول خانہ کعبہ کے سایہ میں دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ کی چادر آپ کے سر کے نیچے تھی۔ میں نے آپ سے اپنی حالت اور مصائب کا گلہ کیا اور عرض کیا۔ ''آپ ہمارے لیے نصرت طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟''
>
> میری یہ بات سن کر آپ سیدھے بیٹھ گئے۔ آپ کا چہرہ تمتما اٹھا اور آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے جو لوگ تھے اور جن کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا، وہ اس طرح کے تھے کہ ان کو پکڑا جاتا تھا، ان کے لیے ایک گڑھا کھودا جاتا تھا، جس میں ان کو زندہ ڈال دیا جاتا تھا، آرا لایا جاتا تھا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے۔ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت ہڈیوں پر سے نوچ لیا جاتا تھا، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے تھے۔
>
> خدا کی قسم، اللہ اس کام کو پورا کر کے رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ ایک آدمی صنعاء سے حضرموت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا اور اس اندیشہ کے علاوہ کہ کوئی بھیڑیا اس کے جانوروں کو نقصان نہ پہنچا دے، کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہوگا۔

مگر تم لوگ جلد بازی کرتے ہو'' (متفق علیہ)

اس دنیا میں اپنی دعوت کی منزل سر کی آنکھوں سے دیکھئے۔ ایک طرف خدائے واحد کی بندگی اور دوسرے اس کے نتیجہ میں ایسا معاشرہ جہاں انسان کو کسی انسان نما بھیڑیے کا خوف نہ ہو، کسی نقصان اور بے انصافی کا کھٹکا نہ ہو، کوئی انسان، کسی دوسرے انسان پر ظلم نہ کر سکے، طاقتور کمزور ہو جائے، اگر وہ کسی کا حق مارے یا کسی پر ظلم کرے اور کمزور طاقتور ہو جائے، اگر اس کا حق مارا جا رہا ہو اور اس پر ظلم کیا جا رہا ہو، ایک بکری بھی کسی دور افتادہ علاقہ میں بھوک سے مر جائے تو اس کے تصور سے حکمراں لرزہ براندام ہو جائیں۔

سوچئے کہ کیا آپ کی دعوت اور پیغام ان منازل کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ یہی سارے انبیاء کی دعوت اور مشن کا خلاصہ ہے۔ صرف اللہ کی بندگی کرو، ہر ایک نبی نے اپنی قوم سے یہی کہا اور سب رسولوں کے بارے میں یہی فرمایا گیا؛

''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی۔ تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں''۔

(الحدید:۲۵)

اور جہاد کے ذریعہ، سیاسی طاقت کے ذریعہ اس قسط و عدل کے قیام کو ہی اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کا کام قرار دیا گیا۔

''اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں۔ یہ اس لیے کیا گیا کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے''۔ (الحدید:۲۵)

ساتویں تصویر: آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر

لیکن ہمارے اور آپ کے لیے اس کارِ دعوت کا اصل حاصل اس سے ماورا ہے، لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی قبول کریں یا نہ کریں، قسط اور انصاف پر مبنی معاشرہ وجود میں آئے یا نہ آئے۔ ہمارا حاصل اور ہماری منزل تو بالکل کھری ہے، اس کے ہاتھ سے جانے کا سوال ہی نہیں، یہی ہماری

اصل کامیابی ہے۔ یہ منزل ہے جنت کا حصول اور نار جہنم سے نجات۔

یہ ضرور ہے کہ اس مقام کا پختہ وعدہ ان سے کیا گیا ہے کہ جو انسانوں کو بندگی رب اور قسط کی طرف لانے کی جدوجہد میں اپنا سب کچھ لگا دیں حتی کہ اپنی جان کی بازی بھی لگا دیں۔ لیکن اصل منزل اور مقصود ہے یہی جنت۔

''میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے۔ ان سب کے قصور میں ضرور معاف کردوں گا اور انہیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی''۔ (آل عمران:۱۹۵)

دیکھے بغیر اس جنت کا ایک حقیقت بن جانے، اس کے عوض ساری زندگی کا سودا چکا دینے، اس کی طلب میں سب کچھ لٹا دینے، اس کی طرف لپک کر دوڑنے، یہیں اس کی خوشبو سونگھنے، اس کے میووں کی طرف ہاتھ بڑھانے کی اتنی تصویریں میرے البم میں ہیں کہ ان کو اس وقت دکھانا ممکن نہیں۔ پھر کسی وقت میں آپ کو البم کے اس حصہ کی سیر کراؤں گا۔ چند مناظر جلدی سے دیکھ لیجئے—

یہ انس بن نضرؓ ہیں— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ سن کر بھی جنت کی ایسی خوشبو اُحد کے پہاڑوں سے آئی کہ حوصلہ پست نہ ہوا اور زخموں سے چور جسم کے ساتھ جنت کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ عمیر بن حمام ہیں— جنت کی طرف تیزی سے لپکنے کی دعوت سنی تو اتنا انتظار بھی گراں گزرا کہ ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ ختم ہوں۔ کھجوریں پھینک دیں اور جنت کی طرف لپک کر چلے گئے۔

یہ حرام بن ملحان ہیں— میدان جنگ میں دشمن نے پیچھے سے نیزہ مارا۔ تڑپ کر زمین پر گرے تو جان نکلنے سے پہلے چہرہ فرط مسرت سے تمتما رہا تھا اور کامیابی نگاہوں کے سامنے رقص

کررہی تھی اورزبان پر یہ الفاظ تھے۔فـزت بـربِّ الکعبة (رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہوگیا)۔

یہ ابوالدحداحؓ ہیں—جنت کا باغ ان کے لیے اتنا یقینی، اتنا قریب اوراتنا بیش قیمت تھا کہ اپنے بہترین باغ کوایک یتیم بچہ کے حوالہ کر کے اس باغ کا سودا کرلیااوراپنا باغ دے کر بھی دل خوشی سے سرشار تھا۔

عفو و محبت

اب میں اپنے البم کے ایک اور حصہ کی تصاویر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ان تصاویر میں اس محبت و رحمت اور عفو و درگزر کے مناظر ہیں جو کارِ دعوت کا بیڑا اٹھانے والی جماعت کی زندگی کے ہر پہلو میں منعکس ہو رہے تھے۔

آٹھویں تصویر: نبی رحمت

ایک تصویر تو خود حضورؐ کی وہ تصویر ہے جو المصور نے ہم کو عطا کی ہے۔

(اے پیغمبر!) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم دل ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خُو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان سے مشورہ کرو۔ (آل عمران:۱۵۹)

دیکھو! تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے، جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا کسی نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری بھلائی کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے رؤف اور رحیم ہے۔ (التوبہ:۱۲۸)

دیکھئے! جماعت کو جوڑے رکھنے والی چیز صرف دعوت کی سچائی نہیں ہے، داعی کے قلب و مزاج اور برتاؤ کی نرمی بھی ہے۔ ہے تو یہ اللہ ہی کا عطیہ، لیکن یہ نہ ہوتا تو لوگ جمع نہ رہتے، بکھر جاتے۔ اس شفقت و رحمت کا تصور کیا آپ کر سکتے ہیں کہ جس کو عیاں کرنے اور ہماری نگاہوں کے سامنے لانے کے لیے رب ذوالجلال والاکرام نے وہ دو لفظ استعمال کیے جو خود اس کی اپنی صفات کا بھی مظہر ہیں، یعنی رؤف اور رحیم۔ اسی لینت و رأفت و رحمت کا نتیجہ تھا کہ وہ قوت جمع ہوئی کہ جس نے ایک سو سال کی مدت میں اٹلانٹک کے ساحل سے لے کر دریائے سندھ کے کنارے تک اور یورپ سے لے کر چین تک اسلام کو غالب کر دیا۔ اسلام کی دعوت پہنچا دی۔

نویں تصویر: خطا کار سے درگذر کرنے والا

دوسری تصویر بھی بڑی خوبصورت ہے۔ حضور فتح مکہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ قریش صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کر کے اس معاہدہ کو توڑ چکے تھے، لیکن اس شش و پنج میں تھے کہ حضورؐ اب بھی

معاہدہ پر قائم ہیں یا نہیں۔ یہ بہترین موقع تھا کہ خاموشی سے مکہ کو اس رب کے لیے مسخر کرلیا جائے، جس کا گھر وہاں تھا، بغیر اس کے کہ کشت وخون ہو۔ چنانچہ حضور کی ساری تیاریاں خاموشی سے اور خفیہ طور پر ہو رہی تھیں۔ حضرت حاطبؓ ایک بدری صحابی تھے۔ انہوں نے سوچا کہ مکہ کے سارے ہی لوگوں کے بااثر رشتہ دار مدینہ میں ہیں، جو ان کو بچالیں گے۔ میں بے اثر آدمی ہوں، بہتر ہے کہ ان کو اطلاع کردوں تاکہ وہ اپنی جان بچالیں۔ حضور کی کامیابی تو یقینی ہے، اس اطلاع سے کیا نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایک عورت کو خط دے کر مکہ روانہ کردیا۔

ایک طرف تو ان کی آنکھ اس منظر کا احاطہ نہ کرسکتی تھی کہ جب رؤف ورحیم اور رحمت للعالمین سارے مکہ والوں کے لیے عام معافی کا اعلان کرنے والے تھے "لاتثریب علیکم الیوم" (آج کے دن تم پر کوئی پکڑ نہیں) دوسری طرف انہوں نے یہ نہ سوچا کہ رب کائنات اپنے رسول کو اس خط کی خبر دے سکتا ہے۔

جب نبی کریمؐ کو وحی کے ذریعے اس کی اطلاع مل گئی تو آپ نے فوراً قاصد دوڑا دیئے۔ عورت پکڑی گئی۔ خط نکل آیا۔ حضرت حاطبؓ کا معاملہ دربار نبوی میں پیش ہوا۔ انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا۔ گفتگو شروع ہوئی کہ کیا سزا دی جائے۔ کسی بھی قانون کے تحت یہ غداری کا جرم تھا۔ حضرت عمرؓ نے تجویز کیا کہ یہ قابل گردن زدنی ہیں، لیکن وہ شخصیت تو رؤف ورحیم تھی جس کو فیصلہ کرنا تھا۔ آپ نے حضرت حاطب کا اتنا سنگین جرم معاف کردیا۔

یہ تصویریں بتاتی ہیں کہ جماعتوں کا شیرازہ داروگیر اور سختی وشدت سے نہیں بندھتا۔ نہ ان سے مضبوط اور قوی ہوتا ہے۔ سختی بعض دفعہ انتشار سے بچانے کے لیے، فتنہ کے استیصال کے لیے، اصلاح کے لیے، خرابی سے بچانے کے لیے، رخنے بند کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے، لیکن جماعتوں کو کوئی چیز اگر ناقابل تسخیر قوت بناتی ہے تو وہ عفوودرگزر اور رحمت ومحبت کی پالیسی ہے کہ محبت ہی فاتح عالم ہے۔

اب اس تصور کو سامنے رکھ کر آپ اپنا ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ دیکھیں، اپنے لیڈروں کا برتاؤ دیکھیں اور جائزہ لیں کہ آپ اس اسوہ سے کتنا قریب ہیں اور کتنا دور ہیں؟

عفوودرگزر اور شفقت ورحمت کی تصویریں میرے پاس بے شمار ہیں اور یہ سب میں آپ کو

اس تھوڑے وقت میں نہیں دکھا سکتا، لیکن دو تصویریں اور دیکھ لیجئے کہ یہ تعلیم و تربیت اور احکام کے نفاذ میں شفقت اور نرمی کو اجاگر کرتی ہیں۔

دسویں تصویر: شفیق معلم

حضور مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ صحابہ بھی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اعرابی آیا۔ سنگریزوں کا فرش تھا، اس نے کھڑے ہو کر پیشاب شروع کر دیا۔ مسجد میں پیشاب! لوگ دوڑے کہ اس کو روکیں۔ شاید مار بھی دیتے۔ حضور نے فرمایا ''اس کو چھوڑ دو''۔ گویا کہ وہ اب اپنی حاجت تو پوری کر لے۔

وہ فارغ ہو گیا تو آپؐ نے اس کو اپنے پاس بلا کر بہت شفقت سے سمجھایا کہ مسجد ایک مقدس جگہ ہے، جہاں پیشاب کرنا منع ہے۔ یہ اللہ کی یاد، نماز اور قرآن پڑھنے کی جگہ ہے اور اپنے ساتھیوں سے کہا: ''اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال کر پاک اور صاف کر دو۔ تم کو نرمی کرنے والا بنایا گیا ہے، نہ کہ سختی اور تنگی کرنے والا، ایک شخص پانی کا ایک ڈول لایا اور گندگی کو دھو کر صاف کر دیا۔ (متفق علیہ)

گیارہویں تصویر: رحم دل جج

اسی طرح ایک دفعہ ایک صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تباہ ہو گیا۔
ارشاد ہوا، کیوں؟ بولے، میں نے رمضان میں بیوی سے ہم بستری کی۔
آپ نے فرمایا: ایک غلام آزاد کر دو۔ بولے، غریب ہوں، غلام کہاں سے لاؤں؟
ارشاد ہوا: دو مہینے کے روزے رکھو۔ بولے، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔
فرمایا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ بولے، اتنا مقدور نہیں۔
اتفاق سے کہیں سے زنبیل بھر کر کھجوریں آ گئیں، آپ نے فرمایا، یہ غریبوں کو خیرات کر آؤ۔
عرض کی، اس خدا کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنایا، سارے مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی غریب نہیں۔ آپ بے ساختہ ہنس پڑے، اور فرمایا، اچھا تم خود ہی کھا لو۔
(بخاری، شبلی نعمانی و سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ جلد دوم، ص: ۲۱۶)

لائف اسٹائل

اب میں اپنے البم کا ایک اور حصہ کھولتا ہوں اور آپ کو ایک ایسی تصویر دکھاتا ہوں، جس میں آپ داعی کی زندگی کا وہ پہلو دیکھ سکیں گے، جس کو آج کل ''لائف اسٹائل'' کہا جاتا ہے۔ آج کی صحبت میں بس یہ آخری تصویر ہے جو پیش خدمت ہے۔

بارہویں تصویر: مرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے

اس تصویر کو کھینچنے والے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ، فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بالائی منزل پر تشریف رکھتے تھے۔ حاضر ہوا تو نظر آیا کہ گھر میں ساز وسامان کی کیا کیفیت ہے۔

جسم مبارک پر صرف ایک تہبند ہے۔ ایک کھرّی چارپائی ہے، سرہانے ایک تکیہ پڑا ہے، جس میں خرمے کی چھال بھری ہوئی ہے، ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں، ایک کونے میں پائے مبارک کے پاس کسی جانور کی کھال پڑی ہے، کچھ مشکیزہ کی کھالیں سر کے پاس کھونٹی پر لٹک رہی ہیں۔

یہ دیکھ کر حضرت عمر کہتے ہیں کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب دریافت فرمایا:

عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیوں نہ روؤں، چارپائی کے بان سے جسم اقدس پر بدّھیاں پڑ گئی ہیں، یہ آپ کے اسباب کی کوٹھری ہے، اس میں جو سامان ہے وہ نظر آ رہا ہے، قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں، اور خدا کے پیغمبر اور برگزیدہ ہو کر آپ کے سامان خانہ کی یہ کیفیت ہو۔

ارشاد ہوا: ''اے ابن خطاب! تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ یہ دنیا لیں اور ہم آخرت''۔

(شبلی نعمانی وسلیمانی ندوی، سیرۃ النبی، جلد دوم، ص: ۳۰۷)

اس تصویر کو آپ کے سامنے رکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ حضور کے ہر پیرو کے لیے اس لائف اسٹائل کو اختیار کرنا فرض اور لازمی ہے۔ آپ نے خود اچھا کھایا ہے، اچھا پہنا ہے، دست کا بھنا ہوا گوشت مرغوب تھا، جب ملتا تو آپ شوق سے کھاتے۔ خوشبو کا استعمال کثرت سے فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو بہتر سے بہتر کپڑوں میں دیکھا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک دفعہ بازار سے شامی حُلہ خریدا۔ گھر آ کر دیکھا تو اس میں سرخ دھاریاں تھیں۔ جا کر واپس کر آئے۔ کسی نے یہ واقعہ حضرت اسماءؓ سے بیان کیا۔ انہوں نے حضور کا جبہ منگوا کر لوگوں کو دکھایا جس کی جیبوں اور آستینوں اور دامن پر دیبا کی پٹی تھی (ابوداؤد)۔ بات یہ ہے کہ جو زینت اللہ نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہے، اس کو اللہ کا رسول کیسے حرام کر سکتا تھا۔

اس تصویر کا حاصل یہ ہے کہ راہ حق پر چلنے کا فیصلہ آخرت کو اختیار کر لینے کا فیصلہ ہے۔ اس کے بعد کم سے کم وہ افراد جو ساری دنیا کو اللہ کی بندگی کے دائرہ میں لانے کا انقلابی مقصد لے کر کھڑے ہوتے ہیں، ان کے دل کو اور زندگی کو دنیا بنانے کی ایسی فکر سے بالکل خالی ہونا چاہیے، جس کی قیمت آخرت کا نقصان ہو، گویا کہ اس زندگی میں آخرت کے لیے جدوجہد کا نقصان۔ جس قسم کی فکروں سے اہل دنیا کے دل آباد ہوتے ہیں، ان سے ان کے دل خالی ہونے چاہئیں۔

اسی لیے تاکید کی گئی ہے کہ دیکھو، تمہاری نگاہ بھٹکنے نہ پائے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بھٹک کر ان لوگوں کے لائف اسٹائل پر جم جائے جن کی ساری خوشحالی اس دنیا تک محدود ہے۔ ان کے عالیشان گھر ہیں، جو سنگ مرمر سے مزین ہیں، خوش نما باغات ہیں، ان کے گھروں میں بیش قیمت قالین ہیں، صوفے ہیں، فرنیچر ہیں، ان کے پاس ایئر کنڈیشنر ہیں، ان کے بینک بیلنس بھی اونچے ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز تمہارے لیے حرام نہیں، لیکن ان میں سے کوئی چیز تمہارا مقصود نہیں، تمہاری منزل نہیں اور اگر ان میں سے کسی چیز کی قیمت دعوت حق کے کام کا نقصان، راہ حق کا کھونا ہونا ہو، تو پھر یہ جائز نہیں۔ اس سے صرف نظر ہی بہتر ہے۔

> اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے، وہ تو ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے۔ ہاں تیرے رب کا دیا ہوا رزق بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔
>
> (طٰہٰ:۱۳۱)

دل میں سجائیں، رنگ میں رنگ جائیں

یہ میرے البم کے پانچ مختلف حصوں کی بارہ تصویریں ہیں، جو میں نے آپ کو دکھائی ہیں۔ یہ تصویریں آپ کے سامنے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ ان کو بڑے چاؤ سے اپنے دل کے فریم میں سجالیں، بڑی احتیاط سے محفوظ کر لیں، آپ کے کان، آپ کی آنکھیں، آپ کا دل ان تصویروں پر ہمیشہ مرکوز رہے۔ ان کو سامنے رکھ کر آپ اپنی زندگی پر نظر ڈالیں، اپنی روش اور اقدار کو دیکھیں، اپنے کردار، اخلاق اور اعمال کا جائزہ لیں۔ اس لیے فرمایا گیا ہے کہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوة حسنة**" سارا حسن و جمال اس زندگی میں سمٹ کر آ گیا ہے جو اللہ کے رسول کی زندگی تھی، جس کو حسن کی

تلاش ہو وہ عشق و محبت کے کشکول لے کر اس زندگی کے پیچھے چل پڑے۔

یہ حسن و جمال کا بیان اس لیے نہیں کہ صرف سنا جائے، پڑھا جائے، لکھا جائے، اس پر ہم عش عش کریں، جذبات میں تموج اور آنکھوں میں نمی آجائے، لیکن ہمارے عمل پر اس کا کوئی اثر محسوس نہ ہو۔ بلکہ اس لیے ہے کہ ہم اس کو اپنے اندر جذب کریں، خود کو اس کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش میں لگ جائیں، اس کے رنگ میں رنگ جائیں وہی مقصد ہماری زندگی کا مقصد ہو، وہی طرز اور روش اور وہی ادائیں ہماری ہوں جو اس اسوہ کے ہر پہلو سے جھلکتی ہیں۔

اب آپ پوچھ سکتے ہیں کہ وہ راستہ اور طریقہ کیا ہے جس سے ہمارے اندر اتنا شوق طلب اور عزم، اتنی آرزو اور حوصلہ، اتنی ہمت اور استعداد پیدا ہو کہ ہم اس عالیشان اسوہ کی پیروی کر سکیں۔ ہماری زندگی میں بھی اس کا حسن و جمال کسی نہ کسی درجہ جھلکنے لگے۔

آپ کے اس سوال کا جواب اس آیت قرآنی کے اگلے حصہ میں موجود ہے، جس کا پہلا حصہ اس اسوہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ آپ آیت کو پورا پڑھیں تو وہ طریقہ واضح ہو جاتا ہے، جس سے آپ وہ زادِ راہ حاصل کر سکیں گے، جس سے یہ سفر بآسانی طے ہو جائے گا۔

فرمایا گیا ہے کہ اس میں اسوہ حسنہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو ''اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور جو کثرت سے اللہ کو یاد کرے''

اللہ اور یوم آخرت کی امیدواری اور کثرت سے اللہ کا ذکر، یہ دو چیزیں اگر آپ میں ہوں تو آپ کا راستہ آسان ہے۔

یہاں اللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے کا ذکر نہیں بلکہ ''یرجوا'' کا لفظ ہے۔ گویا کہ ذکر قول و قرار والے ایمان کا نہیں، ذکر اس ایمان کا ہے جو زندگی کی ساری امیدیں گویا کہ ساری تمنائیں اور آرزوئیں، سارے مقاصد اور توقعات، ساری تگ و دو کو اللہ اور یوم آخر پر مرکوز کر دے۔ دوسری چیز ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔ اللہ کے ساتھ دل کو اٹکائے رکھے بغیر آپ رسول اللہ کے اسوہ کی پیروی کی قوت و استعداد پیدا نہیں کر سکتے۔

آپ بیان سیرت کو جتنا بھی سنیں اور جتنا بھی پڑھیں، ساری امیدیں دنیا سے کاٹ کر اللہ

اور یوم آخرت سے جوڑے بغیر اور کثرت سے اللہ کی یاد کے بغیر آپ کو جس ہمت اور عزم اور جس جذبہ اور روح کی ضرورت ہے اس کا پیدا ہونا مشکل ہے۔

اللہ کے ذکر کے معنی بہت وسیع ہیں، اس کی تصدیق، اس کی تسبیح، اس کی حمد، اس کی تکبیر، اس کا شکر، اس کی وحدانیت کا اقرار و اعلان، اس کے آگے کھڑا ہونا، اس کی راہ میں مال خرچ کرنا، اس کی خاطر بھوکا پیاسا رہنا، اس کے گھر کے گرد چکر لگانا۔ یہ سب اللہ کے ذکر کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس ذکر الٰہی کے اہم معنی یہ بھی ہیں کہ آپ اللہ کی بندگی کی طرف بلائیں، اس کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں، اس کے دین کا چرچا کریں۔ اس کی خاطر تگ و دو کریں اور قربانیاں دیں۔

سورہ بقرہ میں آپؐ کے مقاصد بعثت کے بیان کے بعد کہا گیا ہے کہ ہم تم کو خوف سے، بھوک سے اور کھیتی باڑی کے نقصان سے اور جان کے نقصان سے، ہر چیز سے آزمائیں گے۔

ان دونوں حصوں کے درمیان لاکر اس آیت کو فٹ کر دیا گیا ہے کہ ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا وار شکر کرو، ناشکری نہ کرنا''۔ اس لیے کہ میں نے تم پر ہدایت کا دروازہ کھولا ہے۔ اس راستہ پر چلنے کی توفیق دی ہے۔ اس دروازہ میں داخل ہونے کی سعادت بخشی ہے۔ یہ میرا احسان ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کو بھول جاؤ اور ناشکری کرنے لگو اور مجھے یاد کرو، ایسی یاد جس کی راہ میں آزمائشیں آئیں گی اور صبر کی ضرورت ہوگی۔

ایک پہلو سے اور غور کریں۔ غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تو ''اقرأ'' کا پیغام لے کر آئی۔ دوسری وحی اتری تو ''قم فأنذر'' (کھڑے ہو جاؤ اور متنبہ کرو) کا حکم لے کر آئی۔ اس سے پہلے کہ کوئی وحی نماز کے بارے میں آتی، روزے کے بارے میں آتی، زکوٰۃ اور حج کے بارے میں آتی، اسلام کے دوسرے احکام آتے۔ پہلا حکم یہ آیا کہ پڑھو تا کہ تم اللہ کے پیغام سے واقف ہو اور دوسرا حکم یہ آیا کہ کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاؤ اور ان کو خبردار کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت کا فریضہ تو ایسا فریضہ ہے کہ جس سے کسی صورت مفر نہیں ہے، اور سچی بات یہ ہے کہ آپ کے اسوہ میں جو سب سے غالب چیز ہے، وہ یہی ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر اپنی قوم کو خبردار کرنا اور اللہ کی طرف بلانا شروع کر دیا اور اللہ کی کبریائی قائم کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔

''اسوہ حسنہ'' کی یہ تصویریں آپ کو پکارتی ہیں اور دعوت دیتی ہیں کہ آپ کے گردو پیش، آپ کے شہر میں، آپ کے محلے میں، آپ کے کالج میں، اسکول میں، یونیورسٹی میں، آپ کے گھر اور خاندان میں، جس تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچا ہے، آپ اس کے لیے ذمہ دار ہیں، ان میں سے ہر شخص قیامت کے دن آپ کا گریبان پکڑ کر آپ کے خلاف دعویٰ دائر کرسکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ہے جو اللہ کے پیغام کو جانتا تھا، اس کو پھیلانے اور غالب کرنے کا مدعی بھی تھا، اس کے اوپر حق واضح تھا، لیکن اس نے اس حق کو ہم تک نہیں پہنچایا۔

دعوت الی اللہ کی ذمہ داری اور جواب دہی کا یہ شدید احساس اپنے اندر پیدا کیجئے۔ شب وروز اسی مقصد اور دُھن میں لگے رہیئے۔ دل سوزی اور محبت کے ساتھ کام کیجئے۔ اپنے رب سے محبت کیجئے، اس کے رسول سے محبت کیجئے۔ اس کی راہ میں ساتھ چلنے والوں سے محبت کیجئے، اپنے رب کی ہر مخلوق سے محبت کیجئے، کوئی وجہ نہیں کہ جو دعوت لے کر آپ کھڑے ہوئے ہیں وہ ملک کے گوشہ گوشہ میں نہ پھیل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سلام اس پر!

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ دشمن کو حیات جاوداں دے دی
سلام اس پر ابوسفیان کو جس نے اماں دے دی

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پر ہوا مجروح جو بازار طائف میں

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر جو امت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا

سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

سلام اس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا

سلام اس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تخت قیصریت، اوج دارائی

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں

سلام اس ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالد و حیدر کے افسانے

درود اس پر کہ جس کا نام تسکین دل و جاں ہے
درود اس پر کہ جس کے خلق کی تفسیر قرآن ہے

ماہر القادری